MORTGAGE ACCORDING TO THE POINT OF SHARIAH

رہن کے احکام شریعت کی نظر میں

Intiaz Ahmed Khoso, Research Scholar, Dept. of Islamic Learning, University of Karachi.
Drimtiaz1@gmail.com,

Aijaz Ali Khoso, Asst. Prof. University of Sufism and Modern Sciences, Bhitshah, Sindh.
aijaz.khoso80@gmail.com, <https://orcid.org/0000-0002-1002-9881>

Zahid Hussain Chana, Asst. Prof. Shaheed Benazir Bhutto University, Shaheed Benazirabad, Sindh.
Zahid.channa@yahoo.com, <https://orcid.org/0000-0003-4148-4091>

ABSTRACT: In this article the necessity of the Mortgage will be discussed in the light of Qur'an, Sunnah, Ijma-e-Umma and religious researchers. Mortgage is a necessary issue for all sort of business as is used trustworthy. As Allah Almighty has mentioned in his scared book several time that the person who wants to deal with someone in the case of traveling he ought to impawn some valuable item to him, also it is verified by tradition. The Holly Prophet Muhammad (Peace be upon Him) wanted to buy some food from a Jew he impawns to him his zirah. The companions of the holly prophet prescribed and used it in their daily life trades as well as in important dealings. One can find it in jurisprudence's book they proved it as a reliable source in business institutes, dealings Mortgage play an important role in current era's all Islamic financial institute. They use it in their daily dealings. Mortgage is recognized as a symbol of most important, greatness the living nation and civilized society. It is proved IJMA, QIYAS Etc.

KEYWORDS: Definition of mortgage by The holy Quraan, sunnah. jurisprudence's point of view.

رہن کا اثبات لغت، قرآن، حدیث اور اجماع امت سے صاحبِ معنی المحتاج لکھتے ہیں جو لغت: الثبوت والدوام، ومنه الحالة الراهنه: ای: الثابتہ۔ وقال الماوردی: هو الاحتباس، ومنه: بكل نفس بما کسبت رهینة(1)۔ ترجمہ: رہن کے لغوی معنی اثبات اور دوام کے ہے اور اسی سے حالہ رہانہ نکلا ہوا ہے کہ جو ثابت کے معنی میں آتا ہے۔ ماوردی نے لکھا ہے کہ اسی سے احتباس کا مادہ نکلا ہوا ہے جو روکنے کے معنی میں آتا ہے۔ اسی سے ارشادِ باری تعالیٰ کہ ہر نفس اپنے کئے ہوئے معاصی کے سبب محبوس ہوگی۔

علامہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ثم إن الإمام النسفی لما قال فی الكنز: هو حبس شیء بحق یمن استیفاؤہ من کالدین(2)۔ ترجمہ: امام نسفی نے کنز میں لکھا ہے کہ اپنے حق کی وصولی کو ممکن بنانے کیلئے مدیون سے بطور یقین کے کوئی چیز لیکر اپنے قبضے میں کرنا تاکہ اسے اپنے حق کی وصولی کی جاسکے، جیسا کہ دین ہے۔ صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں الرهن لغت: حبس الشيء بأی سبب کان وفي الشریعة: جعل الشيء محبوسا بحق یمن استیفاؤہ من الرهن کالدین، وهو مشروع بقوله تعالى: (فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ) (البقرة: 283) وما روى: "أنه عليه الصلاة والسلام اشترى من يهودی طعاما ورهنه به درعه" وقد انعقد على ذلك الإجماع، ولأنه عقد وثيقة لجانب الاستیفاء فيعتبر بالوثيقة في طرف الوجوب وهی الكفالة(3)۔ ترجمہ: رہن کہا جاتا ہے کہ کسی بھی سبب سے کسی چیز کو اپنے پاس گروی رکھی جائے۔

رہن کے ایجاب و قبول کے بارے میں صاحبِ ہدایہ لکھتے ہیں قال: "الرهن ینعقد بالإيجاب والقبول ويتم بالقبض" قالوا: الركن الإيجاب مجردة؛ لأن عقد تبرع فیم بالم تبرع كال هبة والصدقة والقبض شرط اللزوم۔ الخ(4)۔ صاحبِ معنی المحتاج: وشرعا: جعل عين مال وثيقة

بدین یستوفی من ہا عند تعذر وفائہ (5). ترجمہ: شرعی معنی ہے کسی دین کے عوض کسی بھی مال کو وثیقہ بنایا جائے، تاکہ دین کی ادائیگی متعذر ہونے کی صورت میں اس رہن سے اپنے حق کی وصولیابی کی جائے۔

صاحب احسن الہدایہ رہن کے معنی اور اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رہن کے لغوی معنی ہیں "جس الہی" کسی چیز کو روکنا، قرآن کریم میں ہے "کل نفس بما کسبت رھینہ" یعنی ہر نفس اپنے کئے ہوئے معاصی کے سبب مجسوس ہوگی۔ رہن کے شرعی اور اصطلاحی معنی ہیں "جعل الشیء محبوساً بحق یمنک استیفاءً من الرهن" کسی حق یعنی قرض وغیرہ کی وجہ سے کسی چیز کو مجسوس کرنا تاکہ اس کے ذریعے حق کی وصولیابی ممکن اور آسانی ہو جائے (6)۔ باری تعالیٰ کا ارشاد سورۃ بقرہ اور سورۃ مدثر میں ہے: قوله تعالیٰ "فرہان مقبوضۃ" (7). ترجمہ: کہ اگر تم میں سے کوئی شخص حالت سفر میں ہو اور تمہیں اس دوران قرضہ لینے کی حاجت پڑ جائے اور دستاویزات کیلئے کوئی کاتب بھی میسر نہ ہو تو اس صورت میں قرض لیکر اس کے عوض کوئی چیز رہن رکھو اگر اس پر قبضہ کر لو۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے رہن کا اثبات ہو رہا ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے لکھا ہے، جیسا کہ صاحب مغنی المحتاج نے شیخین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے اُنہ - صلی اللہ علیہ وسلم - رہن درعہ عند یہودی یقال لہ أبو الشحم علی ثلاثین صاعاً من شعیر لأبلہ (8)۔ ترجمہ: رہن کا ثبوت حدیث سے اس طرح ہوتا ہے کہ آپ نے ایک یہودی سے کھانے کی کوئی خریدی تھی اور اس کے عوض آپ نے اس کے پاس اپنی زرہ بطور رہن کے رکھوائی تھی۔ اجماع سے اس کا ثبوت اس طرح ہے کہ پوری امت اس کے جواز اور انعقاد پر متفق ہے (9)۔ اسی طرح قیاس سے ثابت ہے کہ جس طرح کفالت میں جب کوئی شخص کسی کی طرف سے کفیل ہو جاتا ہے تو کفالت کی وجہ سے شی کفول کی وصولیابی میں پختگی ہو جاتی ہے اور کفول لہ باسانی معاملہ کر لیتا ہے اسی طرح قرض میں بھی رہن کی وجہ سے وصولیابی کی جانب پختہ ہو جاتی ہے اور مرتہن باسانی راہن کو قرض دے دیتا ہے اور چونکہ کفالہ مشروع اور جائز ہوگا (۱۵۳)۔

رہن کے ارکان: صاحب مغنی المحتاج لکھتے ہیں وأركان الرهن أربعة: صیغۃ، وعاقد، ومرهون، ومرهون ب... الخ (10)۔ ترجمہ: رہن کے ارکان احناف کے ہاں ایجاب اور قبول ہیں، لیکن صرف ایجاب اور قبول سے رہن تام نہیں ہوتا ہے، جب تک کہ اس پر قبضہ نہ کیا جائے۔ رہن کے شرائط: علامہ کاسانی فرماتے ہیں کہ رہن کے چار شرائط ہیں:

شرط اول صیغۃ عقد: الرهن فهو: أن لا يكون معلقاً بشرط ولا مضافاً إلى وقت... الخ (11)۔ ترجمہ: رہن کے شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ رہن کا صیغہ کسی شرط کے ساتھ معلق نہ ہو۔ اسی طرح مستقبل کی طرف نسبت کرنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ عقد رہن بیع کی طرح ہے جس طرح بیع تعلیق اور "اضافت الی المستقبل" کو قبول نہیں کرتی ہے اسی طرح عقد رہن بھی ان شرط کو قبول نہیں کرتی ہے۔ رہن میسر ہو مشاع نہ ہو۔ رہن مال متقوم ہو معلوم ہو اور مقدر تسلیم ہو۔ رہن ایسی چیز ہو کہ اسے دین کی وصولیابی ممکن ہو۔ رہن منفصل ہو۔ رہن کے ساتھ کسی اور کا حق معلق نہ ہو۔

شرط ثانی عاقدین میں اہلیت ہو: الراهن والمرتهن فعقلهما... الخ (12)۔ ترجمہ: راہن اور مرتہن دونوں میں عقد سمجھنے کی اہلیت ہو

یعنی عاقل اور ممیز ہوں بلوغ شرط نہیں ہے صرف عقل اور تمیز شرط ہے۔

شرط ثالث مرہون یعنی وہ چیز جو کہ رہن رکھی جائے: علامہ ابن جزئی الکلبی مالکی لکھتے ہیں فی المرہون ویجوز رہن کل شیء یصح تملک من العروض والحيوان والعقار ویجوز رہن المشاع خلافاً لأبی حنیفہ ویجوز رہن الدنانیر إذا طبع علیها ویجوز رہن الدین خلافاً للشافعی (13). ترجمہ: رہن میں ہر اس چیز کو رکھا جاسکتا ہے جسکی تملیک صحیح ہو چاہے وہ سامان، حیوانات اور زمین میں سے ہوں۔ مالکیہ کے ہاں مشاع چیز کو بھی رہن بنایا جاسکتا ہے۔ بخلاف احناف کے۔ دراہم و دنانیر ڈھلے ہوئے سکے کی صورت میں ہوں تو انکو بھی بطور رہن کے رکھا جاسکتا ہے۔ بخلاف امام شافعی کے ہاں۔ اور امام مالک کے ہاں دین کو بھی رہن بنایا جاسکتا ہے۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں المرہون فان یكون محلاً قابلاً للبیع، وهو أن یكون موجوداً وقت العقد مالا مطلقاً متقوماً مملوفاً معلوماً مقدوراً التسليم... الخ (14). ترجمہ: رہن ہر اس چیز کو بنایا جاسکتا ہے کہ جس میں بیع و شراء کی صلاحیت ہو۔ اور مرہونہ چیز عقد کے وقت موجود ہو۔ مرہونہ چیز مال متقوم ہو، رہن کی ملکیت میں ہو، معلوم ہو اور جسکے حوالے کرنے کی قدرت ہو۔ اور جو چیز عقد کے وقت رہن کی ملکیت میں نہ ہو اسکو بھی رہن نہیں بنایا جاسکتا ہے، اس چیز کو بھی رہن نہیں بنایا جاسکتا ہے کہ جس کے وجود اور عدم وجود کا احتمال ہو، جیسا کہ رہن میں ان کھجور کو رکھا جائے جو کہ سال کے بعد پھل دیتے ہوں، بکریوں سے پیدا ہونے والا بچہ یا جاریہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے اسکو رہن رکھا جائے، اسی طرح مردار کو بھی بطور رہن نہیں رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ مال نہیں ہے، اور نہ ہی حرم اور محرم کے شکار کو رہن رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ مردہ ہیں اور نہ ہی آزاد کو رہن بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ یہ تو بالکل ہی مال نہیں ہے، اسی طرح اُم ولد، مدبر مطلق اور مکاتب کسی حد تک آزاد ہونے کی وجہ سے مطلق مال نہ ہونے کی وجہ سے انکو رہن بنانا جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی مسلمان سے شراب اور خنزیر لیکر اسکو رہن بنایا جاسکتا ہے، چاہے دونوں عاقدین مسلمان ہوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو کیونکہ خنزیر مسلمان کے حق میں مال نہ ہونے کی وجہ سے عقد رہن میں بطور عقد نہیں رکھا جاسکتا ہے۔

شرط رابع مرہون بہ ہے: علامہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی فرماتے ہیں شروط المرہون بہ: المرہون بہ: ہو الحق الذی أعطی بہ الرهن. ویشرط فیہ عند الحنفیۃ ما یأتی الشرط الأول - أن یكون حقا واجب التسليم إلى صاحبه: لأنه إذا لم یکن واجب التسليم، فلا محل لأن یعطی بہ رہن لتوثيقه، إذ لا إلیزام علی المطالب بالحق حتی یتسوجب التوثيق بہ (15). ترجمہ: مرہون بہ اس حق کو کہا جاتا ہے جو کہ بطور رہن کے کسی کے پاس رکھی جائے۔ حنفیہ کے ہاں مرہون بہ کے شرائط یہ ہے کہ ایسا حق ہو جو کہ مالک کیلئے وصول کرنے کے قابل ہو، کیونکہ اگر وہ حق وصول کرنے کے قابل نہ ہو گا تو وہ محل کے بھی قابل نہیں رہیگا کہ جس کے عوض رہن کو بطور توثیق کے رکھا جائے۔ رہن ایسے حق کے عوض میں ہو جس حق کا واپس کرنا واجب ہو۔ جس حق کے عوض رہن رکھا جا رہا ہو وہ حق معلوم ہو۔

رہن کا حکم: رہن کا حکم یہ ہے کہ رہن لینا جائز ہے واجب نہیں ہے، کیونکہ یہ عقد وثیقہ ہے عقد معاوضہ نہیں ہے، لہذا واجب نہیں ہے، کیونکہ رہن عقد تبرع ہے اور تبرعات میں جبر، الزام اور وجوب نہیں ہوتا ہے (16)۔ وقال الظاہریۃ لا یجوز أخذ الرهن إلا فی السلم یعنی المسلم فیہ واشترطوا أن یكون أيضا فی السفر وإن لا یوجد کاتب (17). ترجمہ: ظاہر یہ کہتے ہیں کہ رہن رکھنا صرف سلم

میں جائز ہے اور انہوں نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ سفر کے دوران جب کاتب نہ ملے تو اس صورت میں رہن رکھے جانے کی گنجائش ہے۔

رہن میں قبضے کا مسئلہ: القبض وهو الحوز فهو شرط تمام فی العقد وقال الشافعی وأبو حنیفہ شرط صحۃ وعلی المذہب فإذا عقد الرهن بالقول لزم... الخ (18). ترجمہ: قبضے کی شرط عقد کے اتمام کیلئے لازمی ہے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ قبضے کی شرط صحت عقد کیلئے لازمی ہے۔

رہن سے فائدہ اٹھانے کا حکم: فإذا اشتراطها المرتبہن جاز إن كان الدين من بيع أو شہبہ ولم یجز إن كان سلفاً لأنہ سلف جر منفعة فإن لم یشتراطها المرتبہن ثم تطوع له الراہن بہا لم یجز لأنہا بدیۃ مدیان وقال ابن حنبل ینفع المرتبہن بالحيوان ینفقتہ (19). حنفیہ کے ہاں مرہونہ چیز سے فائدہ نہ راہن اٹھا سکتا ہے اور نہ ہی مرتبہن، کیونکہ استعمال کے ذریعے مرتبہن کے ہاتھ میں ہمیشہ روکے رکھنے کے حق کے تلف ہونے کا امکان ہے اور نہ ہی مرتبہن کو فائدہ حاصل کرنے کا حق حاصل ہے، مثلاً مرہونہ چیز غلام ہو تو اس سے خدمت حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مرہونہ چیز گاڑی ہو تو اس پر سوار ہو کر اسے فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر مرہونہ چیز گھر ہو تو اس میں رہائش اختیار کرنے یا کسی اور طرح سے فائدہ حاصل کرنے کا امکان نہیں ہے، ہاں البتہ اگر راہن اپنی رضامندی سے مرتبہن کو مرہونہ چیز استعمال کرنے کی اجازت دیدے تو پھر اسکو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر مرہونہ چیز بڑھنے والی ہو تو اسکی بڑھوتری اور اضافہ بھی راہن کیلئے ہوگا، کیونکہ مرہونہ چیز راہن کی ملکیت ہے تو اس چیز پر جو اضافہ ہوگا وہ اضافہ بھی راہن کیلئے ہوگا، (20). جیسا کہ علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے ولا ینفع المرتبہن من الرهن بشیء، إلا ما كان مرکوباً أو محلوباً، فیرکب ویجلب بقدر العلف. الکلام فی بذہ المسالۃ فی حالین؛ أحدهما ما لا یحتاج إلى مؤتہ، کالبار والمناخ ونحوہ، فلا یجوز للمرتبہن الانتفاع بہ بغیر إذن الراہن بحال. لا تعلم فی بذہ خلافا؛ لأن الرهن ملک الراهن، فکذلک نمأؤہ ومنافعہ، فلیس لغیرہ أخذها بغیر إذن، فإن أذن الراهن للمرتبہن فی الانتفاع بغیر عوض، وكان دین الرهن من قرض، لم یجز؛ لأنہ یحصل قرضاً یجیر منفعة، وذلك حرام. (21).

رہن کے ختم ہونے کی چند صورتیں: پہلی صورت: مرہونہ چیز مرتبہن کے حوالہ کر دینے سے رہن ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری صورت: راہن مرتبہن کو اس کا حق ادا کر دے تو اس صورت میں بھی رہن ختم ہو جاتا ہے۔

تیسری صورت: راہن کی طرف سے عدم استطاعت حق کی صورت میں بھی رہن ختم ہو جاتا ہے۔

چوتھی صورت: براءت عن القرضہ کی صورت میں بھی رہن ختم ہو جاتا ہے۔

پانچویں صورت: "عدم قبول رهن عن المرتبہن" یعنی مرتبہن کی طرف سے رہن کو قبول نہ کرنے کی صورت میں بھی رہن ختم ہو جاتا ہے (22)۔

عصر حاضر میں رہن کے اقسام اور ان کا پس منظر: مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ بیع مؤجل میں بیع کے مکمل ہوتے ہی ثمن مشتری کے ذمہ دین ہو جاتا ہے، اس لئے بائع کو مشتری سے اس دین پر کسی توثیق کا مطالبہ کرنا، یا مقررہ وقت پر دین ادا کرنے پر کسی گارنٹی کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ دین کی ادائیگی پر گارنٹی کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک رہن رکھنا، دوسرے یہ کہ تیسرے

شخص کا ضمانت دینا۔ پہلی صورت میں مشتری اپنی کوئی مملوکہ چیز بائع کے پاس بطور رہن رکھوائے، اور بائع گارنٹی کے طور پر اس چیز کو اپنے پاس رکھے، لیکن اس شئی مرہون سے منتفع ہونا اس کے لئے کسی صورت میں جائز نہیں، اس لئے کہ اس شئی مرہون سے منتفع ہونا بھی ربا کی ایک صورت ہے، البتہ وہ چیز بائع کے پاس اس لئے رکھی رہے گی تاکہ مشتری اس رہن کے دباؤ کی وجہ سے وقت مقررہ پر دین ادا کرنے کا اہتمام کرے، ہاں اگر مشتری وقت مقررہ پر دین ادا کرنے سے قاصر ہو جائے تو پھر بائع اس چیز کو بیچ کر اپنا دین وصول کر لے۔ لیکن عقد کے وقت جو قیمت مقرر ہوئی تھی، اس سے زیادہ وصول کرنا اس کے لئے جائز نہیں۔ لہذا اگر اس شئی مرہون کے بیچنے سے اتنی رقم وصول ہوئی ہو کہ بائع اپنا دین وصول کرنے کے بعد بھی کچھ رقم بچ جائے تو وہ بچی ہوئی رقم مشتری کو واپس لوٹانا ضروری ہے۔ اور جس طرح مشتری کے لئے اپنی مملوکہ اشیاء کو رہن رکھوانا جائز ہے۔ اسی طرح ان اشیاء کی صرف دستاویزات اور کاغذات کو رہن رکھوانا بھی جائز ہے (23)۔

ادائیگی کی گارنٹی کے حصول کے لئے بائع کا بیع کو مجبوس کر لینا آج کل لوگوں کے درمیان معاملات کی جو صورتیں اور طریقے رائج ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بیع مؤجل "ادھار بیع" میں بائع بیع کو اپنے پاس اس وقت تک مجبوس رکھتا ہے جب تک مشتری اس چیز کی قیمت ادا نہ کر دے، یا جب تک مشتری اس کی کچھ قسطیں ادا نہ کر دے۔ بیع مؤجل میں بائع کے لئے بیع کو مجبوس کرنے کی مذکورہ بالا صورت دو طریقوں سے ممکن ہے، ایک یہ کہ ثمن کی وصولیابی کے لئے بیع کو روک لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بطور رہن کے بیع کو روک لیا جائے۔ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب ثمن کی وصولی کے لئے بیع کو مجبوس کا جائے گا، اس وقت تک بیع مضمون بالثمن ہوگی، مضمون بالقیمہ نہیں ہوگی، لہذا اگر حالت جس میں وہ بیع ہلاک ہو گئی تو اس صورت میں بیع فسخ ہو جائے گی اور بازاری قیمت کا ضمان اس پر نہیں آئے گا۔ دوسری یعنی رہن کی صورت میں اگر وہ بیع بائع کے پاس تعدی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ نہیں ہوگی، بلکہ وہ مشتری کے مال سے ہلاک ہوگی اور مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط نہیں ہوگا، اور اگر بائع کی تعدی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہو تو مرہن (بائع) اس چیز کی بازاری قیمت کا ضامن ہوگا، ثمن کا ضامن نہ ہوگا۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے، یعنی ثمن کی وصولیابی کے لئے بیع کو روکنا، بیع بالتقسیط میں یہ صورت جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بیع بالتقسیط بیع مؤجل ہے، اور بائع کو ثمن کے استیفاء کے لئے جس بیع کا حق صرف نقد بیع میں حاصل ہوتا ہے، ادھار بیع میں یہ حق بائع کو نہیں ملتا، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ: قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ للبائع حق حبس المبیع لاستیفاء الثمن اذا

كان حالا، كذا في المحيط، وان كان مؤجلاً، فليس للبائع ان يحبس المبيع قبل حلول الاجل ولا بعده، كذا في المبسوط" ترجمہ: ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نقد بیع میں ثمن کی وصولیابی کے لئے بائع کو جس بیع کا حق حاصل ہے لیکن بیع مؤجل میں بائع کو جس بیع کا حق حاصل نہیں، نہ ادائیگی کے وقت سے پہلے اور نہ ادائیگی کے وقت کے بعد جیسا کہ مبسوط للسنخسی میں ہے۔ جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے، وہ یہ ہے کہ مشتری کے ذمہ اس بیع کا جو ثمن واجب ہو چکا ہے اس کے عوض میں بائع وہی بیع بطور رہن کے اپنے قبضے میں رکھے۔ یہ صورت دو طریقوں سے ممکن ہے: اول یہ کہ مشتری اس بیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی

بائع کے پاس بطور رہن کے چھوڑ دے۔ یہ صورت تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ وہی صورت بن جاتی ہے کہ بائع حصولِ ثمن کے لئے بیع کو اپنے پاس روک لے، اور حصولِ ثمن کے لئے جس بیع بیع موجد میں جائز نہیں، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مشتری اس بیع کو پہلے اپنے قبضے میں لے، اور پھر بطور رہن کے وہی بیع اپنے پاس واپس رکھ دے، یہ صورت اکثر فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں: ومن اشترى ثوباً بدرابم، فقال البائع: امسك هذا الثوب، حتى اعطيك الثمن، فالنوب رهن. ترجمہ: اگر کسی شخص نے چند درہم کا کوئی کپڑا خریدا، اور پھر مشتری نے بائع سے کہا کہ اس کپڑے کو اپنے پاس ہی رکھو، جب تک میں تمہیں اس کی قیمت ادا نہ کروں۔ اس صورت میں یہ کپڑا بائع کے پاس رہن سمجھا جائے گا۔

اسی عبارت کو صاحب ہدایہ نے بھی نقل کیا ہے، اور پھر صاحب کفایہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ: لان الثوب لما اشتراه وقبضه كان هو و سائر الاعيان المملوكة سواء في صحة الرهن. ترجمہ: اس لئے کہ جب مشتری نے کپڑا خریدا اس پر قبضہ بھی کر لیا تو پھر اس کپڑے کو بطور رہن رکھوانا جائز ہے، جیسے دوسری مملوک اشیاء کا رہن جائز ہوتا ہے۔ " اور پھر علامہ حصکفیؒ در مختار میں اور وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ولو كان ذلك الشيء الذى قال له المشتري: امسك هذا المبيع الذى اشتراه بعينه، ولو بعد قبضه، لانه حينئذ يصلح ان يكون رهناً، ولو قبله لايكون رهناً، لانه محبوس بالثمن. ترجمہ: وہ چیز جس کے بارے میں مشتری نے بائع سے یہ کہا کہ: تم اس کو اپنے پاس روک لو، اگر وہ چیز بیع ہی تھی جس کو اس نے بائع سے خریدا تھا، اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا اگر مشتری نے اس چیز پر قبضہ کر لیا تھا تب تو وہ چیز ثمن کے مقابلے میں رہن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور اگر مشتری نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی مشتری نے بائع کے پاس بیع بطور رہن کے رکھوا دی تو اس صورت میں یہ بیع رہن نہیں بنے گی۔ اسلئے کہ اب وہ بیع حصولِ ثمن کے لئے محبوس ہے۔ بہر حال مندرجہ بالا عبارات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قسم کے رہن کے جواز میں بعد کے فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے بشرطیکہ صلح عقد میں یہ رہن مشروط نہ ہو۔ لیکن اگر صلح عقد ہی میں یہ رہن مشروط ہو تو پھر اس صورت کے جواز میں علامہ ابن قدامہ نے اختلاف نقل کیا ہے۔ لیکن ان کے نزدیک صحیح اور قابل اعتماد مسلک جواز ہی کا ہے (24)۔

اسکی تشریح کرتے ہوئے مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں، الرهن السائل (Floating Mortgage) اسلامی ممالک کے بہت سے قوانین میں رہن کی ایک اور صورت بھی ملتی ہے جس میں مرتہن شے مرہون پر قبضہ نہیں کرتا، بلکہ وہ چیز راہن کے پاس ہی رہتی ہے۔ لیکن راہن مدیون جب ادائے دین سے قاصر رہے تو پھر مرہون دائن راہن سے مطالبہ کر سکتا ہے کہ وہ شے مرہون کو بیچ کر دین ادا کرے۔ اس قسم کے رہن کو "الرهن السائل" (Simple Mortgage) سادہ رہن کہا جاتا ہے اور کبھی "الذمة السائلة" (Floating Charge) کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مدیون اپنی گاڑی دائن کے پاس بطور رہن رکھوائے، لیکن گاڑی بدستور مدیون راہن کے قبضے میں رہے، اور وہ اس کو اپنی ضروریات میں استعمال بھی کرتا رہے۔ لیکن جب تک وہ راہن مرتہن دائن کا دین ادا نہیں کر گا اس وقت تک وہ اس گاڑی کو آگے فروخت نہیں کر سکتا، اور اگر وہ راہن مرتہن کا دین ادا کرنے سے قاصر

ہو جائے تو پھر مرتہن کو اس چیز کے بیچنے کا حق بھی حاصل ہو جائے گا۔ اور اس بیچنے کے حق کو "الذمۃ السائلہ" (Floating Charge) کہا جاتا ہے۔ (25)۔

مزید آگے مفتی تقی عثمانی صاحب انکی شرعی و فقہی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، فقہی اعتبار سے اس کے جواز میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر فقہاء نے رہن کے صحیح اور پورا ہونے کیلئے یہ شرط لگائی ہے کہ مرتہن اس شے مرہون پر قبضہ کرے اور اس شرط کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے، فرطہن مقبوضۃ جبکہ رہن کی مذکورہ صورت میں مرتہن شے مرہون پر قبضہ نہیں کرتا۔ اس لئے یہ رہن درست نہ ہونا چاہئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہاء نے اگرچہ شے مرہون پر مرتہن کے قبضہ کی شرط لگائی ہے، لیکن اس کے ساتھ اس کی بھی اجازت دی ہے کہ راہن اس چیز کو بطور عاریت کے اس سے واپس لے سکتا ہے، اور اس سے منتفع ہو سکتا ہے، اور اس عاریت کی وجہ سے یہ رہن فاسد نہ ہوگا، بلکہ مرتہن کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب چاہے شے مرہون واپس راہن سے طلب کر لے، اور اگر وہ چیز راہن کے قبضہ میں ہلاک ہو گئی تو اسی کی چیز ہلاک ہو جائے گی، اور مرتہن کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ دین کی ادائیگی کی مدت گزرنے کے بعد اس چیز کو بیچ کر اپنا دین وصول کر لے۔ اور اگر راہن مفلس ہو جائے یا اس کا انتقال ہو جائے تو بھی شے مرہون میں دین کی حد تک مرتہن کا حق ہوگا، دوسرے مدیون اس چیز میں شریک نہیں ہونگے۔۔۔۔ الخ، لیکن مندرجہ بالا صورت اس وقت ہے جب عقد رہن ایک مرتبہ مرتہن کے قبضہ کے بعد مکمل ہو چکا ہو، اور پھر مرتہن نے راہن کو وہ چیز عاریت پر دے دی ہو، لیکن اگر مرتہن نے اس چیز پر سرے سے قبضہ ہی نہیں کیا تھا، کیا اس صورت پر عاریت کا حکم درست ہوگا یا نہیں؟ فقہاء کی عبارات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عاریت کا حکم لگانا درست نہیں، اس لئے کہ رہن کی صحت کے لئے قبضہ شرط ہے، اور یہاں قبضہ نہیں پایا گیا۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں موجودہ دور کے فقہاء کی خدمت میں غور و تامل کے لئے چند قابل غور امور پیش کرتا ہوں: (۱) "رہن سائل" میں اگرچہ مرتہن شے مرہون پر قبضہ تو نہیں کرتا، لیکن عام حالات میں وہ اس چیز کی ملکیتی دستاویزات پر قبضہ کر لیتا ہے۔ اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ صرف ان دستاویزات پر قبضہ کرنے سے رہن تام ہو جائے گا۔ اور پھر وہ چیز بطور عاریت کے راہن کے قبضہ میں رہے گی۔ (۲) جیسا کہ فقہاء نے ذکر فرمایا ہے کہ رہن پر مرتہن کے قبضہ کو شرط قرار دینے کی علت یہ ہے کہ مرتہن ضرورت کے وقت اس چیز کو بیچ کر اپنا دین وصول کر لے، اور مذکورہ "رہن سائل" میں قانوناً ایگریمنٹ میں مذکور شرائط کی بنیاد پر مرتہن کو یہ سہولت حاصل ہے کہ وہ ضرورت کے وقت اس کو بیچ کر اپنا دین وصول کر لے۔ لہذا یہ بات محتمل ہے کہ رہن کی مذکورہ صورت میں حسی قبضہ شرط قرار نہ دیا جائے، اس لئے کہ ان شرائط کی بنیاد پر قبضہ کا جو مقصود ہے، وہ حاصل ہے۔

(۳) رہن کا مقصد دین کی توثیق ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے شریعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ دائن مدیون کی ملک کو اپنے قبضہ میں لے لے، اور اس کو اس کے اندر تصرف کرنے سے روک دے، جب تک کہ دین وصول نہ ہو جائے۔ لیکن اگر دائن خود اپنے مقصد کے حصول کے لئے اس سے کم پر راضی ہو جائے، اس طرح کہ عین مرہون راہن کے قبضہ میں رہنے دے اور مرتہن کو صرف اس شے مرہون کے ذریعہ اپنا دین وصول کرنے کا حق باقی رہ جائے تو بظاہر شرعاً اس میں کوئی رکاوٹ نظر نہیں

آتی۔ (۴) ۱۱ رہن سائل ۱۱ میں فریقین (راہن اور مرہن) کو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے۔ راہن کو جو مصلحت اور فائدہ حاصل ہے وہ تو ظاہر ہے کہ اس کو اپنی چیز کے انتفاع سے محروم نہیں ہونا پڑے گا۔ اور مرہن کو یہ مصلحت اور فائدہ ہے کہ کسی ضمان کے لزوم کے بغیر اس کے پاس اپنا دین وصول کرنے کا حق محفوظ ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ رہن کی مذکورہ صورت میں اگر راہن مفلس ہو جائے تو دوسرے غرماء کے مقابلے میں اس چیز کا زیادہ حقدار ہوگا۔ لیکن دوسرے غرماء کو پہنچنے والا یہ ضرر نہ تو اس وقت شرعاً معتبر ہے جب رہن پر مرہن کا قبضہ ہو، اور نہ اس وقت معتبر ہے جب مرہن نے رہن پر قبضہ کرنے کے بعد راہن کو بطور عاریت دے دیا ہو۔ جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مجرد اس ضرر سے رہن فاسد نہیں ہوتا۔ (۵) موجودہ دور کی عالمی تجارت میں جبکہ بائع ایک شہر میں مقیم ہو اور مشتری دوسرے شہر میں، اس وقت شے مرہونہ پر قبضہ کرنا متعذر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ شے مرہون کو ایک جگہ سے دوسرے جگہ منتقل کرنے میں بڑے اخراجات ہوتے ہیں، ایسی صورت میں دین کی توثیق کی ۱۱ رہن سائل ۱۱ کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی (26)۔

حواشی وحوالہ جات

- (1) شمس الدین، محمد بن أحمد الشافعی (ت: ۹۷۷ھ) معنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ص: ۳۷، ج: ۳، دار الکتب العلمیة، ط: الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م
- (2) فتح القدير ص ۱۳۶، ج ۱۰، المؤلف: کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف بابن الہمام (المتوفی: ۸۶۱ھ) الناشر: دار الفکر
- (3) الہدایة فی شرح بداية المبتدی ص ۴۱۳، ج ۴، علی بن ابی بکر المرغینانی، برہان الدین (المتوفی: ۵۹۳ھ) ناشر: دار احیاء التراث العربی - بیروت - لبنان
- (4) الہدایة فی شرح بداية المبتدی ص ۴۱۳، ج ۴، علی بن ابی بکر المرغینانی، برہان الدین (المتوفی: ۵۹۳ھ) ناشر: دار احیاء التراث العربی - بیروت - لبنان
- (5) شمس الدین، محمد بن أحمد الشافعی (ت: ۹۷۷ھ) معنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ص: ۳۸، ج: ۳، دار الکتب العلمیة، ط: الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م
- (6) احسن الہدایہ ص: ۱۸۸، ج: ۱۴
- (7) (البقرة: ۲۸۳)
- (8) شمس الدین، محمد بن أحمد الشافعی (ت: ۹۷۷ھ) معنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ص: ۳۷، ج: ۳، دار الکتب العلمیة، ط: الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م
- (9) احسن الہدایہ ص: ۱۸۸، ج: ۱۴۔
- (10) احسن الہدایہ ص: ۱۸۸، ج: ۱۴۔
- (11) شمس الدین، محمد بن أحمد الشافعی (ت: ۹۷۷ھ) معنی المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، ص: ۳۸، ج: ۳، دار الکتب العلمیة، ط: الأولى، ۱۴۱۵ھ - ۱۹۹۴م
- (12) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۱۳۵، ج ۶، أبو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (ت: ۵۸۷ھ) دار الکتب العلمیة، الطبعة: الثانية، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م
- (13) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۱۳۵، ج ۶، أبو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (ت: ۵۸۷ھ) دار الکتب العلمیة، الطبعة: الثانية، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م
- (14) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (15) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ص ۱۳۵، ج ۶، أبو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (ت: ۵۸۷ھ) دار الکتب العلمیة، الطبعة: الثانية، ۱۴۰۶ھ - ۱۹۸۶م
- (16) المعاملات المالیة المعاصرة، بحث و فتاوی و حلول، ص ۹۲، أ. د. وهبة الزحيلي، ناشر: دار الفكر المعاصر
- (17) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (18) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (19) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (20) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (21) القوانين الفقهیة، ص ۲۱۲، ج ۱، المؤلف: أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزی الکلبی الغرناطی (المتوفی: ۷۴۱ھ)
- (22) لغنی لابن قدامة، ص ۲۸۹، ۲۸۸، ج ۴، المؤلف: أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد (المتوفی ۶۲۰ھ) الناشر: مكتبة القاهرة
- (23) الفقه المعاملات المالیة المعاصرة ص ۴۴، وهبة الزحيلي، دارالفکر المعاصر، بیروت
- (24) اسلام اور جدید معاشی مسائل ص: ۹۵۔۔۔ ۱۰۵۔ ج: ۳
- (25) اسلام اور جدید معاشی مسائل ص: ۹۶۔۔۔ ۱۰۵۔ ج: ۳
- (26) اسلام اور جدید معاشی مسائل ص: ۱۰۰۔ ج: ۳